



## سوال

(484) امام کے ساتھ قراءت نہ کرنے والی روایت کا حکم؟

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ذیل میں چند صحیح احادیث کا ترجمہ، عدم فاتحہ خلف الامام کی تائید میں ارسال کر رہا ہوں، امید ہے کہ وضاحت کر کے تشفی فرمائیں گے۔

۱۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ترجمہ حدیث: جب کوئی شخص امام کے پیچھے ہو تو اس کے لیے کوئی قرأت نہیں، چاہے فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ۔ صحیح مسلم، باب مسجد، التلاوة، رقم: ۵۷۷

۲۔ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے جواز میں جابر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ: آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے ایک رکعت بھی پڑھی اور اس میں فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں الایہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ (مؤطا امام مالک، ترمذی، امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے) سنن الترمذی، باب ما جاء فی ترک القراءة خلف الإمام إذا جهر الإمام بالقراءة، رقم: ۳۱۲

۳۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا فتویٰ بیان کرتے ہیں: آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نماز سکھا رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ جب امام "سمع اللہ لکے تو تم "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہو، وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ اس طرح سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ جب امام قرأت کر رہا ہو تو تم "فَأَنْصِتُوا" چپ رہو۔ صحیح مسلم، باب التَّشَهُُّ فِي الصَّلَاةِ، رقم: ۲۰۴

۴۔ نبی ﷺ ایک جہری نماز پڑھا رہے تھے، آپ کو الجھن پیش آئی، نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ کون میرے پیچھے قرأت کر رہا تھا؟ صحابہ نے کہا کہ ہم لوگ قرأت کر رہے تھے اس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" سنن ابی داؤد، باب من ترک القراءة فی صلاتہ بفاتحۃ الكتاب، رقم: ۸۲۳ "جہری قرأت میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو۔"

اس روایت پر اعتراض:

اس روایت میں محمد بن اسحاق کا تفرد ہے اور اس کو دجال اور کذاب کہا گیا ہے اس کے علاوہ اس بات کو کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اس پر دوسرا الزام یہ ہے کہ یہ حدیث سے اور حدیث کی "عَنْ" سے روایت ناقابل قبول ہے اور اس میں محمد بن اسحاق "عَنْ" سے روایت کرتا ہے۔

۵۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب دریافت کیا "کوئی ابھی میرے ساتھ قرأت کر رہا تھا؟" تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اقرار کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اسی لیے قرآن کے سلسلے میں مجھ سے تنازعہ ہو رہا تھا۔" ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ قرأت کرنے سے رک گئے۔" سنن ابی داؤد، باب من کرہ القراءة بفاتحۃ الكتاب إذا جهر الإمام، رقم: ۸۲۶

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ہم جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے وقت میں سورت پڑھتے ہیں، لیکن الحمد لله رب العالمین اور دوسری آیت کے بعد نبی ﷺ سے



لتنے بڑے وقفات ثابت نہیں ہیں جن میں سورۃ فاتحہ کی آیات امام کے پیچھے اس خاموشی کی حالت میں پڑھ سکیں۔ اس طرح اگر کوئی سورت فاتحہ پڑھے گا تو **غیر المغضوب علیہم ولا الضالین** کے بعد جب امام 'امین' کہے گا تو مقتدی کو ابھی آیت پڑھنا باقی ہوگی۔ اس لیے وہ کبھی امام کے ساتھ آمین نہ کہہ سکے گا اور اس طرح وہ ثواب سے محروم رہے گا، جس کے متعلق یہ آیا ہے کہ جو شخص امام کی 'امین' اور اس پر فرشتوں کی 'امین' کہنے پر ان کی مطابقت میں 'امین' کہے گا اس کے لگے (پرانے) گناہ معاف ہو جائیں گے۔ **صحیح البخاری باب جہر التأموم بالتأمین، رقم: ۷۸۲، صحیح مسلم، رقم: ۴۱۰**

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول باین الفاظ مروی ہے:

’عن عطاء بن یسار، أنه أخبره، أنه سأل زید بن ثابت عن القراءة مع الإمام، فقال: لا قراءة مع الإمام في شيء، صحیح مسلم، باب سُجُود التلاوة، رقم: ۵۷۷

”عطاء بن یسار نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کے بارے میں دریافت کیا، تو انھوں نے جواباً فرمایا: امام کے ساتھ کوئی قرأت نہیں۔“

عبارت ہذا کے ترجمہ سے ظاہر ہے، کہ سائل نے اتنا ہی جو لفظ۔ فاتحہ کا اضافہ کیا ہے، وہ صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ نے اس اثر کے دو جوابات دیے ہیں، جن کا ماحصل یہ ہے:

۱۔ ثابت شدہ احادیث ’لا صلوة لمن لم يقرأ بأتم القرآن۔ إذا كنتم خلفي، فلا تقرأوا إلا بأتم القرآن‘ اور ان کے ہم معنی دیگر احادیث زید رضی اللہ عنہ وغیرہ کے قول پر مقدم ہیں۔

۲۔ زید کا قول ’مابعد الفاتحہ‘ جہری نمازوں میں قرأت پر محمول ہوگا۔ یہ تاویل ضروری ہے، تاکہ قول ہذا کی صحیح احادیث سے موافقت ہو سکے۔ جن میں فاتحہ کے علاوہ سورت کی قرأت سے مقتدی کو منع کیا گیا ہے اور علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ اس کے جواب میں رقم طراز ہیں:

زید رضی اللہ عنہ کا یہ ’اثر‘ ’مابعد الفاتحہ‘ (فاتحہ کے علاوہ) پر یا ’ترک جہر‘ پر محمول ہوگا، تاکہ اس میں اور احادیث مرفوعہ صحیحہ میں موافقت ہو جائے... اور اگر یہ ’اثر‘ (مابعد الفاتحہ) یا ’ترک جہر‘ پر محمول نہ ہو، تو احادیث مرفوعہ صحیحہ اس پر مقدم ہوں گی۔ ’تحقیق الکلام، حصہ دوم، ۲۱۴

علامہ موصوف کا یہ مدلل جواب، دراصل امام نووی رحمہ اللہ اور بیہقی کی گفتگو کا ملخص ہے، جس میں ایک عاقل اور صاحب بصیرت انسان کے لیے دعوتِ فکر و تحقیق ہے، تاکہ عظمتِ حدیث اور مقامِ سنت پر آنچ نہ آنے پائے۔

حنفی فقہاء کی صراحت:

اس بناء پر ائمہ حنفیہ مثلاً: ابن المہام اور ملا علی قاری وغیرہ نے صراحت کی ہے، کہ حنفیہ کے ہاں صحابی کا قول قابلِ حجت و استدلال ہے، بشرطیکہ کوئی مرفوع حدیث اس کے منافی نہ ہو۔ چنانچہ فقہیہ ابن المہام فرماتے ہیں:



إِنْ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ تَقْلِيدُهُ عِنْدَنَا، إِذْ أَلِمَ يَنْفِهَ شَيْءٌ آخَرَ مِنَ الشَّيْءِ فَتَحَّ الْقَدِيرُ، ۳/۲۶۳

یعنی صحابی کا قول قابلِ حجت ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی تقلید واجب ہے، بشرطیکہ سنت میں کوئی اس کے منافی نہ ہو۔

اور ملا علی قاری فرماتے ہیں :

قَوْلُ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ عِنْدَنَا - إِذْ أَلِمَ يَنْفِهَ شَيْءٌ آخَرَ مِنَ الشَّيْءِ مُرْقَاةً، ۲/۲۳۳

یعنی صحابی کا قول ہمارے نزدیک قابلِ حجت ہے، بشرطیکہ سنت کے منافی نہ ہو۔

اور مولانا عبدالحی حنفی "امام الکلام" میں فرماتے ہیں :

'صَرَّحَ ابْنُ التَّمَامِ، وَغَيْرُهُ أَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ، نَالِمَ يَنْفِهَ شَيْءٌ مِنَ الشَّيْءِ، وَمِنْ الْمَعْلُومِ أَنَّ الْأَعَادِيثَ الْمَرْفُوعَةَ وَاللَّهُ عَلَى إِجَازَةِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ خَلَفَ الْأَنْبِيَاءَ، فَكَيْفَ يُؤْخَذُ بِاللَّيْثِ وَالْمُتْرَكِ الشَّيْءِ، (المتنبي)  
(ص، ۱۶۱)'

یعنی "ابن ہمام وغیرہ نے اس بات کی تصریح کی ہے، کہ صحابی کا قول حجت ہے، بشرطیکہ سنت سے کوئی شے اس کی نفی نہ کرے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرفوع احادیث اس بات پر دال ہیں، کہ اماموں کی اقتداء میں فاتحہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ پس یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ آثار کو لے لیا جائے اور سنت کو چھوڑ دیا جائے؟"

اس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی، کہ سنت کے مقابلہ میں کسی کے قول کی کوئی حیثیت نہیں۔ چاہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی جواب ہے۔ ان تمام آثار کا جو محلِ بحث میں سنت کے معارض پیش کیے جاتے ہیں۔ اس میں جابر رضی اللہ عنہ کا قول بھی شامل ہے۔ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے "التبہید" اور "الاستزکار" میں صراحت کی ہے، کہ جس کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے "تَرْكُ قِرَاءَتِ خَلْفِ إِمَامٍ" ثابت ہے۔ اس سے اس کا خلاف بھی منتول ہے، ماسوائے جابر بن عبد ا رضی اللہ عنہ کے۔ لیکن علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ ان سے بھی قرأت خلف الامام ثابت ہے۔ وہ بحوالہ "ابن ماجہ" فرماتے ہیں :

'عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا نَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ، وَالْعَصْرِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ، وَفِي الْآخِرَتَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ - تَحْقِيقُ الْكَلَامِ حَصَّه أَوْل  
ص: ۱۰۱

## إِذَا قَرَأْنَا نَصْتُوا كِي تَحْقِيقُ:

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں لفظ **وَإِذَا قَرَأْنَا نَصْتُوا (الحلل: ۹۸)** کی تصحیح اور تضعیف میں ائمہ فن اور نقاد اور حفاظ حدیث کا اختلاف ہے :

امام احمد، امام مسلم، اور حافظ منذری رحمہم اللہ نے اس لفظ کو صحیح قرار دیا ہے، جب کہ اکثر حفاظ، امام بخاری، ابو داؤد، ابو حاتم، یحییٰ بن معین، حاکم، دارقطنی، ابن خزیمہ، محمد بن یحییٰ الذہلی، حافظ ابو علی نیشاپوری، حافظ علی بن عمر اور بیہقی رحمہم اللہ نے اس لفظ کو ضعیف گردانا ہے۔

محدثین کے ہاں یہ مسئلہ اصول ہے، کہ تعارض کی صورت میں کثرت کو قلت پر غالب قرار دیا جاتا ہے، لہذا اکثریت کا قول قابلِ اعتبار ٹھہرا کہ یہ ٹکڑا ضعیف ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں :

۱۔ یہ لفظ غیر محفوظ اور سلیمان تیبی کا وہم ہے۔



۲۔ سلیمان تیمی نے قتادہ سے سماع کی صراحت نہیں کی۔ جب کہ قتادہ مدلس ہے۔ اس طرح قتادہ نے بھی یونس بن یحیر سے سماع کی صراحت نہیں کی۔ سلیمان تیمی اور قتادہ کا مدلس ہونا کتب اُسماء الرجال میں معروف ہے اور اگر تفصیل مطلوب ہو، تو اس بات میں ”تحقیق الکلام“ کا مراجعہ بے حد مفید ہے۔ ملاحظہ ہو! (حصہ دوم، ص: ۸۳، ۱۰۱) اور بفرض مجال اگر اس کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے، تو اس کا اطلاق ”سورۃ فاتحہ“ کے علاوہ پر ہوگا۔

**محمد بن اسحاق رحمہ اللہ پر جرح کا جواب :**

محمد بن اسحاق پر جرح ہمہ لیس اور تفرّد کا جواب بالاختصار ملاحظہ ہو!

علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں :

”بلاشبہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ ثقہ راوی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ سے جو اس کے بارے میں جرح نقل کی گئی ہے، وہ ثابت نہیں اور اگر ثابت ہو تو اہل علم نے اس کو قبول نہیں کیا اور کس طرح قبول ہو، جبکہ شعبہ نے اس کو ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ کہا ہے۔ کبار ائمہ نے اس سے روایت بیان کی ہے۔ بخاری رحمہ اللہ نے ”جزئی القراءۃ“ میں بڑے زور شور سے اس کا ثقہ ہونا ثابت کیا ہے۔ جبکہ ابن جان نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور محمد بن اسحاق سے صلح کی نیز اس کے پاس تحفہ بھیجا۔ ”فتح القدر بحوالہ تحقیق، ص: ۵۷“

اور علامہ زبلی حنفی لکھتے ہیں: ”بہستی نے ذکر کیا ہے، کہ محمد بن اسحاق نے اپنے شیخ سے یہ حدیث سنی ہے، اور یہ حدیث متصل صحیح ہے۔ یعنی اس میں تدلیس وغیرہ کا کوئی شبہ نہیں۔“ نصب الراية، ص: ۲۳۱

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ”القول المسد“ میں فرماتے ہیں: ”ابن جوزی نے محمد بن اسحاق پر جو حملہ کیا ہے وہ فضول ہے، کیونکہ ائمہ نے اس کی حدیث کو قبول کیا ہے۔ وہ سچا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس میں تدلیس کا عیب ہے۔ جبکہ فاتحہ کی حدیث میں وہ بھی نہیں۔ کیونکہ مکحول سے ان کا سماع ثابت ہے۔ پھر محمد بن اسحاق اس روایت کے بیان میں متفرد بھی نہیں۔“ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**’وَتَابِعَهُ زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، وَغَيْرُهُ، عَنْ مَكْحُولٍ التَّلْخِصُ: ۸۷‘**

یعنی اس حدیث کو بیان کرنے میں محمد بن اسحاق متفرد نہیں۔ زید بن واقد وغیرہ نے عن مکحول اس کی متابعت کی ہے۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو! ”تحقیق الکلام“ حصہ اول (ص: ۶۲ تا ۶۳) اور ”الحدیث کے امتیازی مسائل“ (شیخنا محدث روپڑی رحمہ اللہ، ص: ۶۳)

**’فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ‘ کا مطلب :**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا جواب یہ ہے، کہ اس میں جملہ ”فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ“ یعنی لوگ قرأت کرنے سے باز آگئے۔ یہ زہری (راوی حدیث) کا ”مدرج“ کلام ہے۔ رسول ﷺ کا کلام نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**’فَانْتَهَى النَّاسُ إِلَى آخِرِهِ مَدْرَجٌ فِي النَّجْرِ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ، يَنْتَهَى الْخَطِيبُ - وَأَثَقَ عَلَيْهِ الْجَارِيُّ فِي التَّارِيخِ، وَأَبُو دَاوُدَ، وَيَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ، وَالذُّبَلِيُّ، وَالْحَطَّابِيُّ، وَغَيْرُهُمْ التَّلْخِصُ، ص: ۸۷‘**

اور پھر راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بذات خود امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔ حنفیہ کا مسئلہ اصول ہے، کہ راوی جب اپنی روایت کے خلاف کرے، تو راوی کے عمل کو لیا جاتا ہے، اور روایت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور اسی طرح کی صورت حال کچھ **’وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَلِمْ أَلْوَاحَكَ وَادْبُرْ لِكَتَابِ اللَّهِ الْحَقِّ‘ (النحل: ۹۸)** میں بھی ہے۔ کیونکہ یہ جملہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے



بھی مروی ہے، لیکن راوی (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کا عمل اس کے خلاف ہے۔ لہذا حنفیہ کو اپنے اصول کی بناء پر ”فاتحہ خلف الامام“ کا قائل ہونا چاہیے۔ “ (والتوفیق بیدا )

مُقتدی کے لیے ”فاتحہ“ بالخصوص و قفات میں پڑھنے کا کوئی تَقْنِید (قید) نہیں۔ تاہم مقتدی کے لیے ضروری ہے، کہ جیسے بھی ممکن ہو، سبزی اور چہری نمازوں میں فاتحہ پڑھے۔ اس بارے میں حضرت مکحول کا تفصیلی فتویٰ ”سنن ابی داؤد“ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ”عون المعبود“ (۳۰۵/۱) اور اگر فاتحہ پڑھتے ہوئے کسی کی کوئی آیت رہ جائے، پھر بھی امام کے ساتھ ”آمین“ کہہ کر بقیہ مکمل کر لے، تاکہ موافقت سے محروم نہ رہے۔ (وا أعلم)

هَذَا مَاعِنْدِي وَاللَّهِ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

## فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب الصلوٰۃ: صفحہ: 410

محدث فتویٰ